ڈاکٹر شکیل اوج کی اُفتادِ طبع کے عناصرِ ترکیبی

غازی علم الدین ☆

فیض نے اقبال کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

آیا ہمارے دیس میں اِک خوش نوا فقیر
آیا اور اپنی دُھن میں غزل خواں گزر گیا

ڈاکٹر شکیل اوج کو مرحوم کہتے ہوئے کلیجا منہ کو آتا ہے۔ وہ ایک ''ہیرا تراش کردار'' کے طور پر جامعہ کراچی میں کوئی ربع صدی تحقیق کے طلبہ کو سیراب کرتے رہے۔ وہ ایسے نابغۂ روزگار تھے جو جامعہ کراچی میں بدقسمتی سے صحبتِ ناجنس کا شکار ہو گئے اور ان کی روشن طبع ان کے لئے بلا بن گئی۔ ان کی افتادِ طبع کو پیشِ نظر رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہمارے یہاں وقت سے بہت پہلے ظہور پذیر ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر اوج مذہبی اسکالرز کے اس طائفے سے تعلق رکھتے تھے جنھیں عرفِ عام میں ترقی پسند اور روشن خیال تصور کیا جاتا ہے۔ ان کی فکری اٹھان اگرچہ ایک مسلکی دینی مدرسے کی مرہونِ منت ہے مگر ان کا فکر تدریجاً تغیر پذیر ہوتا چلا گیا جس کے سبب وہ کچھ لوگوں کے تئیں ناپسندیدہ شخصیت ٹھہرتے گئے۔ وہ جامعہ کراچی میں کیا آئے، بحث ومباحثہ کی دنیا میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ بحرِ سکوت میں انھوں نے ایسا پتھر پھینکا کہ بحث کے تلاطم نے تھمنے کا نام نہ لیا۔ ڈاکٹر اوج کی سیمابی اور انقلابی شخصیت نے استاد، صدرِ شعبہ اور ڈین کی حیثیت سے اصلاحِ احوال، تحقیقی معیار اور تربیتی ماحول کو بہتر بنانے اور اپنی بصیرت کے ابلاغ کے لئے جو پیش قدمی کی اور اس راہ میں جو منفی رویے حائل ہوئے، سبق آموز ہی نہیں عبرت آموز داستان ہے۔ ان کا یہ کمال تھا کہ وہ جہاں لوگوں کو اپنی محبت کا اسیر بناتے، وہاں اپنے حاسدین کی فوج ظفر موج بھی تیار کر لیتے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

☆ پروفیسر غازی علم الدین، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، افضل پور، میر پور، آزاد کشمیر۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لگیں، آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ آبدیدہ بھی ہیں اس کے بعد صرف اتنا کہتے ہوئے اجازت لے لی کہ سرکار! یہ مضمون تو میرے لیے یادگاری ہوگا۔ پر افسوس کہ یہ یادگاری مضمون ان کی نظروں سے نہ گزر سکا۔

۱۰ر فروری ۲۰۱۴ء کو جب گیارہ بجے رات میں دوروزہ عالمی سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں شرکت کی غرض سے کراچی کے مہمان خانے میں پہنچا تو شکیل صاحب قومی اور بین الاقوامی مہمانوں کو چھوڑ کر خاکسار کے کمرے میں استقبال کے لیے تشریف لائے، کانفرنس کی افتتاحی نشست میں صدر پاکستان کی شرکت کی وجہ سے مصروفیات بہت تھیں لیکن اس مرد آزاد کے چہرے پر بشاشت کا وہی عالم، ایسا محبتی کہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ اس کی معاونت کے لیے برق رفتار اور ہمہ آن تیار، قدرے گفتگو کے بعد میں نے کہا: شکیل صاحب رات کافی ہوگئی ہے اب آپ جا کر آرام کریں۔ اس کے بعد اپنا بیگ کھول کر ہندوستانی تحفہ ''قلم'' پیش کیا کیوں کہ صاحب قلم جو تھے۔ ایک صاحب قلم کے لیے اس سے بہتر اور کیا تحفہ ہو سکتا ہے؟ قلم تو جنگل کا گھر ہے لیکن اس کی عظمت کا قائل قرآن کریم بھی ہے۔

''ن والقلم وما یسطرون''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مجھے زندگی کے کسی مرحلے پر ڈاکٹر اوج کے ساتھ وقت گزارنے کا شرف حاصل نہیں رہا۔ میں ان سے صرف ایک بار بالمشافہہ مل سکا ہوں البتہ دسیوں مرتبہ ان سے فون پر طویل گفتگو رہی۔ ان سے تعلق بنے چار سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں ہوا۔ اس مختصر دورانیے میں، میں ان کی شخصیت کو اس حد تک سمجھ گیا کہ اس کا نفسیاتی تجزیہ کر سکتا ہوں۔ اس بات کا امکان نہیں رہتا کہ اوج صاحب اپنی طبّاعی، درّاکی اور تیز فہمی کے باعث اپنے ہم منصبوں میں منفرد نظر نہ آئیں۔ تغیر پسندی اور بے تابی کا وَصف اس کے علاوہ ہے۔ نام (اوج) کی تاثیر سے بھی انکار ممکن نہیں۔ جو حالات، واقعات اور رویے انھیں درپیش تھے، ٹکراؤ کا پیدا ہو جانا فطری امر تھا۔ لیکن ان سبھی واقعات کا حاصل اور خوب صورت پہلو یہ ہے کہ ڈاکٹر اوج نے ہر کہ دمہ کو ہمت، حوصلہ اور شعور بخش دیا کہ "آئینِ نَو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اَڑنا" مردوں کا شیوہ نہیں ہے۔ اپنی تربیتی ریاضتوں اور کاوشوں سے ایک زمانے کو دکھا اور سمجھا دیا کہ:

ع مَہِ نَو می شود ماہِ تمام آہستہ آہستہ

ڈاکٹر اوج نے اپنے اصولوں، طرزِ کار اور روش پر کبھی غور اور سمجھوتا نہیں کیا۔ ان کی انا (Ego) ضد کی حدوں کو چھو لیتی تھی۔ اپنے مخالفین کے ساتھ ان کا رویہ "گر بہ کشتن روزِ اول" والا ہو جاتا تھا، لیکن یہ سب کچھ قلم (قوتِ استدلال) اور انتظامی اختیار ہی سے کرتے۔ دھونس، دھاندلی، گالی گلوچ، دشنام طرازی ان کی فطرت میں نہ تھے۔ مخالفین ہار گئے کہ ان میں اتنا دم نہیں تھا کہ دلیل کا جواب دلیل سے دیتے، قلم کے مقابلے میں قلم آزماتے۔ آسان رستہ اختیار کرتے ہوئے انھوں نے دلیل کے مقابلے میں گولی (Bullet) کو آزما لیا۔

ہمارے یہاں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے عاری، نام نہاد پڑھے لکھوں کو وسعتِ نظری اور فکری ارتقاء ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ میں نے اقبال کے کئی ناقدین کو اقبال کے فکر کے تدریجی سفر کے لتے لیتے دیکھا ہے۔ یہ لوگ درحقیقت دینِ اسلام کے تدریجی سفر اور ارتقاء کے فلسفے کو بھی نہیں سمجھتے۔ فکرِ آزاد رکھنے والا شخص اسلام کی حدود کے اندر رہتے ہوئے نت نئے تقاضوں کے پیشِ نظر مسائل کے حل اور امکانات کا جائزہ لیتا رہتا ہے۔ مختلف فقہوں، ائمہ اور اکابر کے گلے بندھے اجتہادات کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سے باہر نکلنے کو شجرِ ممنوعہ تصور نہیں کرتا۔ ڈاکٹر شکیل اوج کے فکر کا یہ روشن پہلو قابلِ ستائش ہے کہ وہ مروّج فقہی فتاوٰی کے ہوتے ہوئے بھی کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی اجتہادی بصیرت کے اظہار کی جرأت کرتے تھے۔ کچھ لوگوں نے ان کی اس خوبی کو ناپسندیدہ سمجھ لیا اور مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ ڈاکٹر اوج اکابر کے اِبطال کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ اکابر پرستی کے بجائے ان کے افکار، تعلیمات اور اصل حقائق سے آگاہی پر زور دیتے تھے۔ انھوں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے تراشے ہوئے سبھی اصنام مسمار کر دیئے۔ مکاتبِ فکر اور مسلکی کلچر سے بے نیاز ہو کر وہ علم کی منزل کے راہی بنے۔ علم وحکمت کا خزانہ جہاں سے ملا، اخذ اور اختیار کرنے میں دیر نہیں کی۔ فکر میں تغیر اور انقلاب کا نتیجہ ہے کہ پہلے وہ باطنی حقائق تک رسائی کے لئے عقل کو اپنا اِمام بناتے تھے بعد میں بقولِ اقبال چراغِ راہ (عقل) کو منزل سمجھ لیا جس کا نقصان یہ ہوا کہ بہت سے ایسے حقائق کو بھی ماننے سے انکار کر دیا جو تنگنائے عقل میں نہیں سماتے۔ یہ اصل میں فکری جمود اور تقلید کے خلاف ان کا ردِعمل تھا۔ دینی مسائل کے حل کے لئے ڈاکٹر اوج نے تفکر وتدبر کو ایک موثر اور کارگر ہتھیار کے طور پر لیا تھا۔ وہ ہمیشہ فروع کے مقابلے میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اصول کو تھامنے کا درس دیتے رہے۔ حقیقت اور صداقت تک رسائی کے لئے اختلافِ فکر ونظر کو ایک مؤثر آلہ تصور کرتے تھے۔

ڈاکٹر اوج ایک باہمت اور مضبوط حوصلے والے انسان تھے۔ ان کی عالی ظرفی اور کشادہ نظری دیکھئے کہ انھوں نے فکری ارتقاء کی بیش تر سیڑھیاں چڑھنے کے باوصف اپنے ابتدائی اور تدریجی سفر کے افکار کو کھلے دل سے قبول (own) کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی، بلکہ انھیں افکارِ شگفتہ سے تعبیر کر کے کتابی صورت میں جمع اور محفوظ کر دیا۔ افکارِ شگفتہ کے دیباچہ 'احوالِ واقعی' میں رقمطراز ہیں:

''اپنے تجرباتی، مشاہداتی اور مطالعاتی سفر کے دوران میں کن کن مراحل سے گزرا ہوں اس کتاب کے بعض مضامین اس مرحلے کی نشان دہی کر دیں گے جس میں میرا ماضی پنہاں ہے۔ وہ ماضی جو اب میرے لئے از کارِ رفتہ ہے مگر اپنے ارتقاء کے تسلسل میں اس کا بیان میرے لئے ضروری تھا اس لئے اسے خارج نہیں کیا۔ یہ کتاب میرے اس علمی، فکری اور تحقیقی ارتقاء کی ایک شگفتہ داستان ہے۔ میں آج جو کچھ ہوں اور جیسا بھی ہوں اٹھائیس تیس سال پہلے ایسا ہرگز نہ تھا۔ میرے رجحانات اور افکار کچھ اور تھے، موضوعات بھی کچھ اور تھے۔ استدلال کا انداز بھی کچھ اور تھا جب کہ آج کچھ اور ہے۔ اس کا سبب وہی ذہنی وفکری ارتقاء ہے جس نے مجھے یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ یہ تبدیلی اور ارتقاء صرف قرآن مجید کے ذریعے ہی ممکن ہوا ہے۔'' (ص ۱۸)

فکری ونظری خلفشار نے عالمِ اسلام میں ایک ہنگامہ بپا کر رکھا ہے۔ 'قدامت پسندی' اور 'فکرِ تازہ' باہم ستیزہ کار ہیں۔ اس بحرانی فضاء میں ڈاکٹر اوج نے جو ایک حکمت جُو محقق تھے، قرآنی تعبیرات کی جنگاہ میں معروضی محاکے کا ڈول ڈالا اور تحقیقی انداز میں خوانِ جستجو سجایا۔ آج کی صورت حال میں ڈاکٹر اوج کی کتاب تعبیرات روشنی کی ایک کرن ہے جو عالم اسلام کو یک جہتی کا رستہ دکھاتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دورِ حاضر کے فکری، علمی اور معاشرتی تقاضوں پر ان کی گہری نظر ہے۔ روایت ودرایت کے امتزاج کی ضروریات کا ادراک رکھتے ہیں۔ ان کا ایک امتیازی وَصف یہ ہے کہ وہ قرآن کو اعتقاداً انہیں عملاً حاکم مانتے ہیں اور قرآن کی حاکمیت پر مبنی عملی روایت کو آگے بڑھاتے ہیں۔ قرآن سے قرآن کے تناظر میں ان کی تعبیرات عملی دائرہ میں بہت گراں قدر اور ہمہ گیر ہیں۔ عہد حاضر کے نہایت پیچیدہ اور متنازع موضوع 'تعبیرِ نصوص' کے بنیادی مسئلے پر قلم اٹھا کر جدید پیش رفت کا جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر اوج نے مسلکی تعبیر کے رجحان اور رواج کے اس دور میں تمام مکاتب فکر کی بات کی ہے۔ منافرت اور تشدد سے پہلوتہی کرتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔

ڈاکٹر اوج نے تصوف اور متصوفین کی نہ تو نفی کی اور نہ ہی انھیں حرفِ آخر سمجھ کر حرزِ جان بنایا۔ اکابر پرستی کی بجائے اکابر کے ایسے تفردات سامنے لائے ہیں جن میں سوچنے اور سمجھنے کے متنوع زاویے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جن سے اتفاق کرنا ممکن نہیں، بعض ایسے ہیں جو باطنی روشنی حاصل کرنے کے لئے راہ نما ہیں تاہم ڈاکٹر اوج تصوف کے سبھی اثاثے کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ''خواجہ غلام فرید کے مذہبی افکار'' تصنیف کر کے انھوں نے ثابت کر دیا:

بیا بہ مجلسِ اقبال و یک دو ساغر کش

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com